مؤتمرِ اسلامی کی قراردادیں

ترجمہ: عمر فاروق مودودی

پچھلے دنوں رابطۂ عالمِ اسلامی کی دعوت پر ۱۵ سے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ / ۱۷ سے ۲۴ اپریل ۱۹۶۵ء تک جو مؤتمر مکہ معظمہ میں ہوئی تھی، اس میں حسبِ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

دعوتِ اسلامی اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دینے کا فریضہ مسلمانوں کے اہم ترین واجبات میں سے ہے اور یہ فرض ان کے افراد، جماعتوں، قوموں اور حکومتوں، سب پر عائد ہوتا ہے، کیونکہ اسلام وہ دین ہے جسے اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تمام انسانوں کے لیے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لائے تھے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی تمام قوموں کو اسلام سے روشناس کرایا جائے تاکہ اس دین کا جو حق مسلمانوں کے ذمے ہے وہ ادا ہو اور وہ اللہ کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچا کر اس کے حضور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔

اس دعوت کو پھیلانے کے لیے ضروری ہے کہ زمان اور مکان کی مناسبت سے تمام ممکن وسائل استعمال کیے جائیں، اور قرآن کی زبان، عربی کے علاوہ دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں نشر و اشاعت کا کام کیا جائے۔ مؤتمر دیکھ رہی ہے کہ اس زمانے میں الحاد، اباحیت اور فکری ارتداد کے علمبرداروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، ان کے مخرب ایمان وسائل و ذرائع بھی روز افزوں ہیں اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وہ ادب، ثقافت، تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے تمام طریقوں سے کام لے رہے ہیں۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے مؤتمر، مسلمان قوموں اور ان کی حکومتوں کا یہ فرض سمجھتی ہے کہ وہ اِن تباہ کن تحریکات کا مقابلہ انہیں کے سے ذرائع اور

وسائل کے ساتھ کریں۔ موتمر اس سلسلے میں مندرجۂ ذیل سفارشات کرتی ہے:

(۱) امرِ واقعہ کا اعتراف کرتے کے ساتھ موتمر یہ امید رکھتی ہے کہ مملکت عربیہ سعودیہ اور اس کے حکمران مسلسل یہ کوشش جاری رکھیں گے کہ حرمین شریفین اس دعوت کے لیے مرکزِ ہدایت، اور تمام دنیا کے لیے روشنی کا مینار بن جائیں۔ یہ سرزمین ایک ایسے زندہ اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے بہترین مقام ہے جس میں اسلامی طرزِ زندگی اپنی تمام خصوصیات، فضائل اور مظاہر کے ساتھ جلوہ گر ہو۔ اس طرح کا ایک معاشرہ اگر یہاں قائم ہو اور اسے اسلام کے اصولوں کے مطابق پروان چڑھایا جائے تو دوسرے اسلامی ملکوں پر اس کے بڑے گہرے اثرات پڑیں گے کیونکہ وہاں سے آنے والا ہر شخص، اس معاشرے کی خوبیوں سے متمتع اور صفات سے متاثر ہو کر واپس جاتے گا۔

(۲) موتمر یہ سفارش کرتی ہے کہ ایک مرکزی ادارۂ دعوت و ارشاد مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں قائم کیا جائے جس کا کام دعوت و ارشاد کے لیے کارکن تیار کرنا ہو۔

(۳) مختلف اسلامی ممالک کے علماء، فقہاء اور محققین پر مشتمل ایک مجلس قائم کی جائے جو مسلمانوں کے روزمرہ مسائل کا مطالعہ کرے اور اسلام اور مسلمانوں کو اپنی زندگی میں جن مشکلات سے بھی سابقہ پیش آ رہا ہے اُن کو حل کرے۔

(۴) مختلف زبانوں میں ایسی کتابیں تالیف اور منتخب کی جائیں جو ذہنوں کو بگاڑنے والے نظریات و افکار سے پاک ہوں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے مدارس میں ہر درجے کی تعلیم کے لیے نصاب کے کام آسکیں۔

(۵) مسلمان حکومتوں سے رابطہ پیدا کر کے ان کو اس امر پر آمادہ کیا جائے کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ اسلامی اصولوں اور مقاصد کے مطابق صالح تعلیم و تربیت کا ایک نظام تیار کریں نیز موتمر یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ اس مقصد کے لیے مجالسِ مشاورت اور اجتماعات منعقد کیے جائیں جن میں مسلمان ماہرینِ فن جمع ہو کر اس مسئلے پر غور و فکر کریں، اور رابطہ اس کا انتظام کرے۔

(۶) ایسے اسلامی اخبارات، رسائل اور کتابوں کی سرپرستی کی جاتے جو اس مقصد کے

لیے مفید ہوں

(۷) ریڈیو صوت الاسلام (مکہ) کے آلات اور نشریات کو زیادہ طاقت ور بنایا جائے اور اس کے پروگراموں کو مختلف زبانوں میں نشر کیا جائے تاکہ وہ ہر جگہ سنے جاسکیں اور مفید ثابت ہو سکیں۔ اس غرض کے لیے ایک مجلسِ علمی کی نگرانی میں اسلامی موضوعات پر عالم اسلام کی بہترین تحریروں اور تقریروں کا انتخاب کیا جائے۔ نیز دوسرے مسلم ممالک کے ریڈیو اور نشریات کے مراکز کو بھی اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے ہاں اسلامی نشریات کو زیادہ سے زیادہ طاقت ور بنائیں اور باہمی مشاورت اور تبادلۂ خیالات سے دعوتِ اسلامی کے پروگراموں کے لیے ایک متفقہ طریقِ کار اور پالیسی وضع کریں۔

(۸) مکہ مکرمہ میں علماء کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جو حجاج کے لیے مناسکِ حج اور دوسرے فرائض و واجبات کی تعلیم کا بندوبست کرے اور اس مقصد کے لیے واعظوں اور معلموں کی ایک تنظیم قائم کرے۔

(۹) طواف و زیارت کرانے والے معلمین کو اسلامی آداب کے مطابق تعلیم و تربیت دینے کے لیے تربیتی کورس جاری کیے جائیں۔ اسی طرح جو لوگ عارضی طور پر یہ کام کرتے ہیں، ان کو بھی تربیت دی جائے۔

(۱۰) عربی زبان کو قرآن مجید کی زبان کی حیثیت سے تمام مسلم اقوام کے لیے عالمی زبان کا درجہ دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کے پڑھنے پڑھانے کو تمام مسلمان ملکوں میں لازمی قرار دے دیا جائے کیونکہ دینِ اسلام کے فہم صحیح کا دار و مدار اسی پر ہے۔

(۱۱) مفید اسلامی کتابوں کے انتخاب، ان کی دوبارہ طباعت، دوسری زبانوں میں ان کے ترجمے اور اشاعت کے لیے ایک بورڈ قائم کیا جائے۔

(۱۲) اسلامی ملکوں کی توجہ ایسی مطبوعات پر پابندی لگانے کی طرف مبذول کرائی جائے جن کا مقصود براہِ راست یا بالواسطہ طور پر اسلام کی بیخ کنی کرنا یا اس کے خلاف بدگمانیاں

پیدا کرنا، یا مسلمانوں میں فرقہ وارانہ عصبیت بھڑکانا ہو۔

(۱۳) جن اسلامی کتابوں کو مختلف حلقوں سے حسنِ قبول کی سند مل چکی ہے اور ان کا مفید ہونا مسلّم ہو چکا ہے، ان کی دوبارہ طباعت اور دوسری زبانوں میں ترجمے اور اشاعت کا بندوبست کیا جائے۔

(۱۴) تبلیغی موضوعات، عقائد، اخلاق اور اجتماعیات پر تعلیمی لیکچر ٹیپ ریکارڈ کر کے تقسیم کیے جائیں تاکہ عالمِ اسلامی کے دُور دراز گوشوں میں بھی مسلمان ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۱۵) کوشش کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (حافظوا علی الصلوات ...) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم (مروا ابناءکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع ...) کی تعمیل میں اسلامی ممالک کے تمام مدارس اپنے حدود میں اقامتِ صلوٰۃ کا التزام کریں۔

(۱۶) کوشش کی جائے کہ ہر اس اخبار میں جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، کچھ نہ کچھ جگہ دعوتِ اسلامی کے لیے مخصوص ہو۔

(۱۷) کوشش کی جائے کہ اسلامی ممالک کے ہر ریڈیو اسٹیشن سے ایسے علماء کی نگرانی میں، جو اس کام کے اہل ہوں، دعوتِ اسلامی کا پروگرام نشر کیا جائے اور مخرّبِ اخلاق گانوں، قصے کہانیوں اور ڈراموں کے نشریات پر پابندی لگائی جائے۔

(۱۸) اس امر کی بھی کوشش کی جائے کہ مسلمان ممالک میں لڑکیوں کے لیے الگ اور مخصوص ابتدائی و ثانوی مدارس اور کالج قائم کیے جائیں تاکہ اسلامی روایات کے مطابق تمام تعلیمی مراحل میں انہیں لڑکوں سے الگ رکھا جا سکے اور ان کی تربیت خالص اسلامی طریقے پر کی جا سکے۔

(۱۹) صیام، عیدین اور بقیہ قمری مہینوں میں باقاعدگی اور ہم آہنگی پیدا کرنے، مطاف کی توسیع کے سلسلے میں مقامِ ابراہیم کو تبدیل کرنے اور اس طرح کے دوسرے فقہی مسائل کو جو رابطہ کے سامنے رکھے گئے ہیں، طے کرنے کے لیے مختلف مذاہب کے کبار فقہاء کی ایک مجلس

قائم کی جائے۔

(۲۰) صہیونی اثر و نفوذ اور مشنری، اشتراکی، قادیانی، بہائی، فری میسنری یا اس طرح کی دوسری تخریبی تحریکوں کی سرگرمیوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی اور عرب ملکوں کو متحد کیا جائے۔

(۲۱) افریقہ میں اسلام اور مسلمانوں کی شہرت اور نیک نامی کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمار، عیسائی مشنریوں اور صہیونی مراکز کی جانب سے جو پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اس کا توڑ کرنے کے لیے ایک مضبوط پروپیگنڈہ تنظیم قائم کی جائے۔

(۲۲) اسلامی ممالک سے مدرسین اور واعظین افریقہ اور ان ممالک میں مسلسل بھیجے جاتے رہیں جہاں ان کی ضرورت سمجھی جائے۔

(۲۳) تمام افریقی ممالک کے مسلمان طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف مختص کیے جائیں۔

(۲۴) افریقہ اور ایشیا کی پسماندہ مسلم آبادیوں میں فی الحال جو مساجد، ادارے اور کالج قائم ہیں ان کی ہر ممکن مدد کی جائے۔

(۲۵) افریقی ممالک میں جو مالی ذرائع مسلمانوں کے پاس ہیں ان کے نفع بخش استعمال کی حوصلہ افزائی کرنے اور قرضے جاری کرنے کے لیے ایک مالی فاؤنڈیشن قائم کی جائے اور اس کے ساتھ ہی اسلامی حکومتوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ افریقہ میں اُبھرتی ہوئی مسلمان حکومتوں کو قرضے اور امدادیں دیں۔

(۲۶) مسلمان مدرسوں، انجینئروں اور ڈاکٹروں کو افریقہ میں کام کرنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ افریقی قوموں کے ترقیاتی کاموں اور استیصالِ امراض اور ہسپتالوں کے قیام کے پروگراموں میں ان کی مدد کی جا سکے۔

(۲۷) رابطہ عالمِ اسلامی کی نگرانی میں افریقہ میں بین المملکتی اسلامی کانفرنسوں کے انعقاد کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے مسائل پر تبادلۂ خیال ہو سکے۔

ثقافتی امور | مجلس برائے ثقافتی اُمور کی جانب سے پیش کردہ رپورٹوں کا جائزہ لینے کے بعد مؤتمر اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ طویل دورِ استعمار نے اگرچہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے پر بُرے اثرات چھوڑے ہیں تاہم ان کی ثقافت سب سے زیادہ متأثر ہوئی ہے ان اثرات کے مظاہر مختصراً یہ ہیں۔

(۱) مغربی افکار کی ترجمان بے شمار تحریکوں نے مسلمانوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں طرزِ فکر کے اختلاف اور رجحانات کے تصادم کی طرف دھکیلا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسلام دشمنی میں انہوں نے مسلمانوں کو اخلاقی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، غرض یہ کہ ہر میدان میں اسلام سے دُور ہٹانے کی کوشش کی ہے۔

(۲) مسلمانوں کے اندر ان قدیم جاہلی طور طریقوں اور رسوم و رواج کی حفاظت کی گئی جن کا دین سے دُور کا بھی تعلق نہ تھا۔

(۳) دینی اور عصری علوم کی تعلیم کے لیے بیک وقت متعدد اور باہم دگر متصادم نظامِ تعلیم موجود رہے۔

ان نقائص کے تدارک اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور انہیں صحیح معنوں میں اسلامی زندگی کی طرف واپس لے جانے کے لیے مؤتمر مندرجۂ ذیل سفارشات کرتی ہے:

(۱) مشترک اساس پر ایک ثقافتی نظام کی تعمیر کی ضرورت ہے جس میں ایک ہی روح جاری و ساری ہو اور جس پر تمام مسلمان مجتمع ہو سکیں تاکہ انہیں اسلامی اصول و عقائد سے متصادم فکری و ثقافتی نظاموں کی یلغار سے بچایا جا سکے۔ ہماری حقیقی آزادی محض سیاسی آزادی نہیں ہے بلکہ اغیار کی تہذیبی غلامی سے نکل کر زندگی کے عصری تقاضوں کو کتاب و سُنّت کی رہنمائی میں پُورا کرنا ہے۔

(۲) تعلیمی نصاب کی کتابیں بالخصوص ابتدائی اور ثانوی درجوں کے لیے اس طرح تیار کی جائیں کہ ان کا درسی مواد اسلامی رنگ کا حامل ہو تاکہ نئی نسلیں اسلامی فضا میں پروان

پڑھیں اور اُن لادینی افکار کے اثرات سے محفوظ رہیں جو آج تاریخ، فلسفہ اور اجتماعیات وغیرہ علوم و فنون اور ان کے تعلیمی مواد میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ صرف اسی طرح اِن علوم کے درسی مواد اور دینی تعلیم و تربیت میں مطابقت اور یک رنگی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۳) اِس جدید طرز پر نصابِ تعلیم اور درسی کتابوں کی تیاری کے لیے ایسے افراد سے بھی مدد لی جائے جو اسلامی ثقافت اور جدید تعلیمی مواد پر جامع نظر رکھتے ہوں، اور کوشش کی جائے کہ مسلمان ممالک میں اور خصوصاً مملکتِ سعودیہ عربیہ میں ایسے جامع ماہرین کے بورڈ بھی اس غرض کے لیے بنائے جائیں۔

(۴) تمام درجاتِ تعلیم میں، ابتدائی، ثانوی اور یونیورسٹی کے درجے تک، اور اختصاصی تعلیم کی تمام شاخوں میں ہر ایک کی مخصوص ضروریات کے مطابق اسلام کے اصول و مبادی پڑھانے کی طرف توجہ کی جائے اور اس سلسلے میں مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے۔

(ا) یہ تعلیم جدید طریقے اور شوق انگیز اسلوب سے ہر درجے کی مناسبت ملحوظ رکھتے ہوئے دی جائے۔ (اس غرض کے لیے دینی تعلیم کے طریقے اور دینی تربیت کے اسالیب طے کرنے کے لیے ماہرین سے مدد لی جانی چاہیے اور ایسے بورڈ بنائے جانے چاہییں جو غور و خوض کر کے اس مقصد کے لیے خطوط تجویز کریں)

(ب) جزئیات اور تفصیلات سے زیادہ توجہ بنیادی عقائد اور کلیات اور ایسے اصول کی طرف ہونی چاہیے جو مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ باہمی یک جہتی پیدا کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی اہتمام ہونا چاہیے کہ طلبہ کے اندر مختلف مذاہبِ اسلامیہ میں اصولی وحدت کا شعور اور فقہی اختلافات میں رواداری کا جذبہ پیدا ہو اور وہ فرقہ وارانہ تعصبات ختم ہوں جو مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلے میں کمزور کر رہے ہیں اور انہیں آپس کے جزئی اختلافات میں اُلجھا کر دشمنوں کو تقویت دے رہے ہیں۔

(ج) دینی تعلیم دیتے ہوئے موجودہ زمانے کے پیدا کردہ مسائل کا حل ایسے دلنشین اور

منطقی انداز میں پیش کیا جائے کہ طلبہ کے دلوں سے شکوک و شبہات از خود دُور ہو جائیں ایک طرف اسلام کے مخالف مذاہب اور فلسفوں کے نقائص ان پر واضح ہو جائیں اور دوسری طرف زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کی خوبیاں ان کے سامنے آجائیں۔

(د) اس تعلیم کو اتنے ہی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے کہ طلبہ دین کو از راہِ عقل قبول کریں بلکہ اُسے ان کے اندر دین کے ساتھ والہانہ محبت و شیفتگی پیدا کرنی چاہیے اور ان کے قلب و نظر کو بیدار کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے عملی وسائل سے مدد لی جائے۔ مثال کے طور پر مساجد میں دینی شعائر قائم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے، بالخصوص نماز کا اہتمام تو تمام مدارس، تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں ہونا چاہیے۔

(ہ) تعلیم و تربیت کے میدان میں اساتذہ اور ٹریننگ کالجوں کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر اساتذہ کے تربیتی ادارے اسلامی بنیادوں پر استوار کیے جانے چاہییں۔ اور ان میں دینی تربیت اور اس کے طریقوں اور اسلامی تہذیب و ثقافت پر خاص زور دینا چاہیے۔ چونکہ مملکتِ عربیہ سعودیہ سب سے زیادہ اس بوجھ کے اٹھانے کی اہل ہے اس لیے اس پر واجب ہے کہ وہ نمونے کا ایک تربیتی کالج قائم کرے جس میں تمام اسلامی ممالک سے اسلامی تعلیم کے ماہرین جمع کیے جائیں۔

(۵) تمام اسلامی ممالک کے تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں عالمِ اسلامی کی موجودہ حالت اور اس کے جغرافیے سے متعلق معلومات طلبہ کو بہم پہنچائی جائیں اور اسے شاملِ نصاب کیا جائے۔

(۶) اسلام اور اسلامی تہذیب کی تاریخ پڑھانے کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ مسلمانوں کی تاریخی میراث اور اس کے آثار کو زندہ کرنے اور اپنے اسلاف کے یادگار کارناموں سے نئی نسلوں کو آگاہ کرنے کی فکر کی جائے، اور ایسے بورڈ بنائے جائیں جو دشمنوں کی تحریفات سے پاک کر کے صحیح اسلامی تاریخ مرتب کریں جس میں وہ غلط بیانیاں راہ نہ پائیں جو دشمنانِ اسلام کی کتابوں اور ان کے ترجموں میں پائی جاتی ہیں۔

(۷) گھریلو اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ لڑکیوں کی اسلامی طریق پر تعلیم و تربیت کی جائے

اور انہیں غیر اسلامی تعلیمی نظاموں سے محفوظ رکھا جائے۔ اس سلسلے میں ان کے لیے درجہ بدرجہ تعلیمی نصاب تیار کیا جائے جس کا مقصود لڑکیوں کو ان کے فطری فرائض کی بجا آوری کے لیے تیار کرنا ہو۔

(۸) اسلامی ممالک اور بالخصوص افریقی ممالک میں اسلامی ثقافت اور عربی زبان کی نشر و اشاعت پر توجہ دی جائے۔ اس مقصد کے لیے تعلیمی وظائف جاری کیے جائیں، علمی مشن بھیجے جائیں، معلمین اور مبلغین بھیجے جائیں، غرض یہ کہ وہاں اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت کے لیے ہر قسم کی مدد بہم پہنچائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین اور عقائد سے برگشتہ کرنے کے لیے جو تحریکیں سرگرم کار ہیں، ان کا راستہ روکا جائے۔

(۹) غیر مسلم حکومتوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے دینی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کی سہولتیں دیں اور اس مقصد کے لیے مدارس میں اوقات مخصوص کریں۔ اس کے ساتھ ہی مؤتمر یہ مطالبہ بھی کرتی ہے کہ غیر مسلم حکومتیں اپنے مسلمان محکومین پر وہ عقائد اور تعلیمات نہ ٹھونسیں جو اسلام سے متصادم ہوں۔

بیرونی ممالک میں تعلیم

مؤتمر یہ چیز تشویش کے ساتھ دیکھتی ہے کہ جو مسلمان طالب علم بیرونی ممالک میں حصولِ تعلیم کی غرض سے جاتے ہیں، انہیں طرح طرح کی ترغیبات و تحریصات اور افکار و نظریات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اور چونکہ وہ ابھی اپنی عمر کے ابتدائی مراحل میں ہوتے ہیں، دینی تعلیم و تربیت بھی پوری طرح ملی نہیں ہوتی اور وہ فطری صلاحیت بھی ابھی ان میں پیدا نہیں ہوتی جو آدمی کو بے راہ روی سے باز رکھتی ہے، اس لیے ان کے گمراہ ہو جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس خرابی کا سدباب کرنے کے لیے مؤتمر مندرجۂ ذیل سفارشات کرتی ہے

(۱) بیرونی ممالک میں صرف اعلیٰ تعلیم کے حصول کی اجازت دی جائے۔ اس مقصد کے لیے طالب علموں کے انتخاب میں پوری چھان بین کی جائے اور دورانِ قیام میں موزوں تعلیمی ماہرین کے

مشن وغیرہ بھیج کر ان کی نگرانی کی جاتی رہے۔

(۲) طلبہ کے لیے ہاسٹل بنائے جائیں اور ان میں ایسے وسائل اختیار کیے جائیں جن سے وہاں اسلامی فضا پیدا ہو سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ہاسٹل ان شہروں میں بنائے جائیں جہاں مسلمان طلبہ بڑی تعداد میں جاتے ہیں تاکہ سب کے سب ایک ہی جگہ رہ سکیں۔

اسلامی اتحاد عالم اسلام ایک جسم کی مانند ہے جس کے اجزاء کو اسلام از روئے نصِ قرآن اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ اَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ، باہم گرمربوط رکھتا ہے۔ مسلمان قوموں پر جو سیاسی و فکری حملے ہوتے رہتے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے اور ایک دوسرے کے پشتیبان بن کر ایک طاقتور عالمی بلاک قائم کریں جو ان کے عقائد اور مفادات کی حفاظت کرے اور عالمی امن کے قیام اور انسانیت کی فلاح و ترقی میں حصّہ لے۔ ایسے ایک بلاک کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کے بجائے اسلامی عقیدے اور مصلحتِ امّت کی بنیاد پر ایک برادری وجود میں آئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف مسلمان حکومتیں سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں باہمی رشتے زیادہ سے زیادہ استوار کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔ ان حقائق کی روشنی میں موتمر مندرجۂ ذیل اقدامات کی ضرورت محسوس کرتی ہے:

(۱) مسلم بلاک کے تخیّل کو ذہن نشین کرنے کے لیے ایسا مطالعاتی مواد تیار کیا جائے جو ایک طرف تمام مسلمان قوموں کے لیے اس بلاک کی افادیت ثابت کرے اور دوسری طرف یہ بھی بتائے کہ اس بلاک کی تشکیل میں رکاوٹ ڈالنے والے امور کیا ہیں، مثلاً دینی جذبے کی کمی، نوع بنوع مذہبی نعروں کی بہتات، متصادم علاقائی مفادات، غیر ملکی اثر و نفوذ اور دخیل افکار و نظریات۔ اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا جائے کہ ان مشکلات پر قابو پانے کے لیے کون کون سے وسائل استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ پھر اس امر کی وضاحت بھی اس میں کر دی جائے کہ اس تحریک کا مقصود غیر مسلم دنیا کے خلاف دھڑے بندی نہیں ہے بلکہ بکھرے ہوئے مسلمانوں کو ایک

پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے تاکہ وہ ایک ایسی قوت بن سکیں جو عالمی امن کے قیام میں مساعد ہو اور انسانیت کی فلاح میں حصہ لے۔ اس قسم کے مواد کی طباعت اور اشاعت رابطہ کا کام ہے۔

(۲) رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ سے عامۂ مسلمین میں وحدت کا شعور پیدا کرنے کی مہم کو منظم کیا جائے اور ایسا علمی مواد تیار کیا جائے جس میں عالم اسلامی کے متعلق مکمل اعداد و شمار دیئے جائیں اور اسے تمام ممکن ذرائع سے پھیلایا جائے۔ موتمر رابطۂ عالم اسلامی کے جنرل سیکریٹریٹ سے یہ سفارش کرتی ہے کہ وہ قابل اور صاحبِ صلاحیت افراد پر مشتمل ایک ایگزیکٹو باڈی بنائے جس کا کام ہر سال حج کے لیے آنے والے وفود کے ساتھ ربط قائم کرنا ہوگا جیسا کہ پہلی موتمر نے فیصلہ کیا تھا۔ موتمر یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ ایگزیکٹو باڈی کو حج کے لیے آنے والے علماء، انجنیئروں، ڈاکٹروں اور دوسرے اصحابِ علم و فن سے ملاقاتوں اور تعارف و تعاون کے سلسلے میں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائی جائے۔

(۳) اکابر علماء اور اہل الرائے حضرات کی ایک مجلس اس غرض کے لیے بنائی جائے کہ جہاں بھی مسلمانوں کے درمیان اختلافات رونما ہوں وہاں وہ باہمی جھگڑے طے کرانے اور خوں ریزیوں کو روکنے کی کوشش کرے۔

(۴) مختلف زبانوں میں عالم اسلام کی ایک گائڈ بک شائع کی جائے جس میں ہر علاقے کے مسلمانوں کے حالات درج کیے جائیں اور جو جو اسلامی تنظیمیں وہاں کام کر رہی ہیں، ان کی سرگرمیوں کی نوعیت، ڈاک کے پتے اور ان کے سربراہوں کے نام اس میں درج کیے جائیں۔

(۵) رابطۂ عالم اسلامی ثقافت، رسل و رسائل اور اقتصادیات کے میدانوں میں مسلمان قوموں کی فنی کانفرنسیں منعقد کرانے کا بندوبست کرے۔

(۶) عالم اسلام اس وقت جن خطرات سے دوچار ہے، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے موتمر اپنے سابقہ فیصلے پر پھر زور دیتی ہے کہ ایک جمعیتِ امم اسلامیہ قائم کی جائے اور وہ جمعیت مسلمان قوموں کے مابین ہر شعبے میں زیادہ سے زیادہ تعاون پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(۷) مسلمانوں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کی جارہی ہیں، ان پر جو ظلم و ستم روا رکھے جارہے ہیں، ان کے حقوق جس طرح غصب کیے جارہے ہیں اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لیے ان کے خلاف جو سازشیں کی جارہی ہیں، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مؤتمر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ رابطہ کے سیکرٹری جنرل کی سرکردگی میں ممتاز ماہرین پر مشتمل ایک خاص شعبہ قائم کیا جائے۔ یہ شعبہ اُن مسلمانوں کے حالات پر ایک مبسوط اور دقیق رپورٹ تیار کرے جو اس وقت غیر مسلم اقتدار کے تحت زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتاتے کہ وہ کون سے اقدامات ہیں جو اس کی نظر میں اصلاح احوال کے لیے ضروری ہیں اور جن کے ذریعے مختلف علاقوں میں مبتلائے مصیبت مسلمانوں کو ان کے غصب شدہ حقوق واپس دلائے جاسکتے ہیں، انہیں خوش حالی اور امن سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے اور انہیں اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنے اسلاف کے ورثے کی حفاظت کرسکیں۔

اس موقع پر موتمر ان دس کروڑ مسلمانوں کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتی جو سوویٹ روس اور قوم پرست چین کے زیر سایہ زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ موتمر پُرامن بقاءِ باہم کے اُس اصول کا واسطہ دے کر جس پر شرق و غرب کی امن پسند قومیں متفق ہیں مطالبہ کرتی ہے کہ ان مسلمانوں کا مسئلہ مستقل طور پر حل کیا جائے اور اُن خطرات کا سدِّباب کیا جائے جنہوں نے ان کے وجود ہی کو مخدوش کردیا ہے۔

(۸) موتمر حکومت ترکیہ کے ان اقدامات کو سراہتی ہے جو اس نے اپنے اردگرد کے مسلمان ممالک سے قریبی دوستانہ تعلقات کی تجدید کے لیے کیے ہیں۔ خاص طور پر قضیہ فلسطین کے سلسلے میں ترکی نے جو قدم اٹھائے ہیں موتمر انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے موتمر کے نزدیک یہ اقدامات عالم اسلام کی توقعات کے عین مطابق ہیں اور اس امر کا نیک شگون ہیں کہ عظیم ترک قوم ایک مرتبہ پھر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوتی ہے۔

اقتصادی اور اجتماعی امور اقتصادی اور اجتماعی امور کے بارے میں پیش کردہ بیانات

اور رپورٹوں کا مطالعہ کرنے کے بعد موتمر نے مندرجہ ذیل فیصلے کیے :۔

(۱) موتمر قرار دیتی ہے کہ اسلام ایک مستقل بالذات اور کامل نظام ہے اور وہ بنی نوع انسان کے تمدنی مسائل کا حل اس طرح کرتا ہے کہ فرد کا تعلق معاشرے کے ساتھ جوڑ کر ان دونوں کے حقوق اور فرائض کا تعین کر دیتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ذمہ داری میں منسلک کر دیتا ہے۔ ایک طرف فرد کو ایک مقدس وجود اور زندہ معاشرے کی ایک ناقابل شکست اساس قرار دے کر اس کی انسانیت اور آزادی کو تحفظ دیتا ہے اور دوسری طرف ایک اسلامی معاشرے کے خدوخال کا نقشہ اس طور پر کھینچ دیتا ہے کہ نہ اس کی نشوونما پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ تہذیب و تمدن کی دوڑ میں وہ پیچھے رہتا ہے۔

(۲) موتمر دیکھ رہی ہے کہ مسلمان ممالک اس وقت ایک چوراہے پر کھڑے ہوتے ہیں اور اقتصادی پس ماندگی دور کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اس کشمکش میں وہ کبھی مختلف سوشلسٹ نظریات کا رخ کرتے ہیں اور کبھی سرمایہ دارانہ جمہوریت کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ درآنحالیکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی ان کو ساحل مراد تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ سوشلزم اور سرمایہ دارانہ جمہوریت دونوں انسانی مسائل حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے جیسا کہ عالمی امن کے قیام میں ان کی ناکامی کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے۔ موتمر کے نزدیک اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی تعلیمات کے اتباع کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

(۳) بکثرت اقتصادی مسائل ایسے ہیں جن کا جواب ایک ماہر اقتصادیات ہی دے سکتا ہے اس لئے موتمر سفارش کرتی ہے کہ علماء اور ماہرین اقتصادیات کا ایک مستقل بورڈ قائم کیا جائے جو یا تو خود ان مسائل کا حل پیش کرے یا دوسرے ماہرین کے حوالے کرے کہ وہ ایک مقررہ مدت کے اندر غور و فکر کر کے ان کا حل پیش کریں۔ اس کے بعد بورڈ منتخب ماہرین کی ایک مجلس طلب کر کے ان جوابات پر بحث و مباحثہ اور نظر ثانی کرائے اور پھر موتمر کے سامنے رکھے تاکہ وہ اس سلسلے میں مناسب فیصلے کرے۔ موتمر کے نزدیک یہ معاملہ بہت اہم اور فوری عمل درآمد کا مقتضی ہے۔

(۴) چونکہ جدید اقتصادیات کا بنیادی اصول پیداوار بر پیمانہ کبیر ہے اور بیشتر مسلمان ممالک چھوٹے چھوٹے رقبوں پر مشتمل ہیں اور فرداً فرداً اس قابل نہیں ہیں کہ بڑے پیمانے پر پیداوار کر سکیں اس لئے موتمر مسلمان ممالک سے یہ اپیل کرتی ہے کہ وہ مشترک اقتصادی پالیسی کا اصول اپنائیں۔ موتمر سفارش کرتی ہے کہ اس مسئلے کو مسلمان ممالک کی مجوزہ چوٹی کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل کیا جاتے۔

(۵) موتمر اعلان کرتی ہے کہ اسلام میں انفرادی ملکیت اور انفرادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور وہ اسی طرح محترم ہیں جس طرح انسانی جان شریعت کے مقررہ کردہ حدود کے اندر محترم ہے۔ اور یہ کہ اموال فی الاصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں جن کے مالک نیابتاً اس کے بندے بنتے ہیں تاکہ وہ زندگی کے بقاء کے لیے شریعت کے بتاتے ہوتے طریقوں کے مطابق انہیں خرچ کریں اور اپنے مصالح کے لیے ان میں تصرف کریں، مگر ایسے طریقے پر کہ معاشرے کے مصالح کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔

(۶) اسلامی معاشرے میں ہر فرد کے لئے اضطراری بیروزگاری، مرض، جسمانی اور ذہنی ناکارگی بیوگی، بڑھاپے اور ہر اس صورت میں جب کہ کوئی شخص ناگہانی اسباب کے تحت اپنے وسائل معاش سے محروم ہو جاتے، کفالت کی ضمانت موجود ہے۔